اسلامی ریاست کا خواب

طارق فتح

ترجمہ: ایم وسیم

مشعل

آر-بی 5 ' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور54600' پاکستان

MashalBooks.org

اسلامی ریاست کا خواب

طارق فتح

اُردو ترجمہ: ایم وسیم

کاپی رائٹ اردو (c) 2011 مشعل

کاپی رائٹ اردو (c) 2008 طارق فتح

ناشر: مشعل

آر-بی-5، سیکنڈ فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،

لاہور-54600، پاکستان

فون وفیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

https://www.mashalbooks.org/

MashalBooks.org

فہرست

پیش لفظ 5

حصہ اول: واہمہ 19

1- پہلا باب: اسلامی ریاست کی سیاست اور ملائیت 21

2- دوسرا باب: پاکستان ایک اسلامی ریاست کی ناکامی 47

3- تیسرا باب: سعودی عرب :اسلامی ریاستوں کا سرپرست 72

4- چوتھا باب: ایران —— اسلامی ریاست 87

5- پانچواں باب: فلسطین —— مستقبل کی اسلامی ریاست؟ 103

حصہ دوم: بنیاد 123

6- چھٹا باب: حضورﷺ کی رحلت 125

7- ساتواں باب: مدینہ —— خلفائے راشدین کا دور 156

8- آٹھواں باب: دمشق —— اسلام کی عرب سلطنت 200

9- نواں باب: قرطبہ —— یورپ پر اسلام کی پیش قدمی 230

10- دسواں باب: بغداد —— اسلام اور ایرانیوں کا ملاپ 263

حصہ سوم: نتائج 309

11- گیارہواں باب: شریعت —— خدا کا قانون یا انسانی نقص؟ 311

12- بارہواں باب: جہاد —— مستقل جنگ یا جہدِ مسلسل؟ 344

13- تیرہواں باب: حجاب —— اسلامی فریضہ یا سیاسی اسلام؟ 364

14- چودھواں باب: مغرب میں اسلام پسندوں کا ایجنڈا 393

پس لفظ: حسین حقانی 417

اظہار تشکر 423

حاصل کلام 445

MashalBooks.org

طالبان ایک نئی بیماری کی علامت ہیں۔ یہ ایک ایسے معاشرتی سرطان کی نشانی ہیں جس کی نمو اگر نہ روکی گئی اور اس بیماری کا قلع قمع نہ کیا گیا تو یہ بیماری اسلامی معاشروں کو تباہ کر دے گی ۔ اس سرطان میں دور دور تک پھیلنے کی صلاحیت ہے۔ اس کے پھیلنے کے امکانات بہت ہیں۔ اور اگر طالبان نامیاتی طور پر پاکستان کے ساتھ منسلک رہے تو وہ اس سرطان کے پھیلنے کا سبب بنیں گے ۔

اقبال احمد
روزنامہ ڈان، کراچی ۔ 1998

’’اسلامی انتہا پسند کیا چاہتے ہیں؟ ماضی کا راستہ ؟ جو خوش قسمتی سے ساتویں صدی کے لوگوں کے لئے وجود ہی نہیں رکھتا تھا۔ اگر ان کا ماڈل ’’افغانستان کی امارت‘‘ (ملا عمر کی حکومت) ہے ، جسے وہ دنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، تو مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہو گی ۔ یہ مت سمجھو کہ اسامہ (بن لادن) یا ملا عمر اسلام کے مستقبل کی نمائندگی کرتے ہیں۔۔۔ کیا آپ اس قسم کے حالات میں زندگی گزارنا پسند کریں گے ؟ کیا آپ یہ برداشت کر لیں گے کہ آپ کی بہن، آپ کی ماں یا وہ عورت جس سے آپ محبت کرتے ہیں لوگوں کی نظروں سے چھپا دی جائے اور اسے صرف کفن میں لپٹی ہوئی لاش کی طرح باہر نکلنے کی اجازت دی جائے۔‘‘

طارق علی
نوجوان مسلمان کے نام ایک خط ۔ 25۔ اپریل 2002

MashalBooks.org

پیش لفظ

میں ہندوستانی ہوں جو پاکستان میں پیدا ہوا۔میں پنجابی ہوں جس کی پیدائش مسلمان گھرانے میں ہوئی۔میں کینیڈا میں تارک وطن ہوں جو اسلامی شعور رکھتا ہے، جس کی جڑیں نو جوانی میں ہی مارکسزم میں پیوست ہوگئی تھیں۔میں سلمان رشدی کے 'بہت سے آدھی رات کے بچوں' (Midnight's Children)[1] میں سے ایک بچہ ہوں: ہمیں ایک عظیم تہذیب کے پالنے سے اچک کر اور ہمیشہ کے لئے مہاجر بنا کر ایسے نخلستان کی تلاش میں لگا دیا گیا جو سراب ثابت ہوا۔ میں عذاب میں ہوں، ایک زندہ گواہ اس بات کا کہ امید اور روشن خیالی کے خواب کس طرح مایوسی اور ناکامی کے ڈراؤنے خوابوں میں بدل جاتے ہیں۔میری نسل کے بچوں کے ساتھ جو وعدے کئے گئے انہیں پورا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کا مسلم معاشرہ صحرائے سینا میں کھو گیا ہے، اور کوئی موسی نہیں ہے جو ہمیں اس سے باہر نکالے۔ہمیں نیکوکاری کے قابل نفرت دعویداروں نے یرغمال بنا لیا ہے ۔ہمارے مسائل اس لئے اور بھی شدید ہوجاتے ہیں کہ ہم یہ ماننے سے انکار کرتے رہتے ہیں کہ جو دکھ ہم جھیل رہے ہیں ان میں سے اکثر ہمارے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں، کسی ایسی صیہونی سازش کا نتیجہ نہیں ہیں جو مغرب میں تیار کی گئی ہے۔

میں ایک ایسے مسلمان کی حیثیت میں لکھتا ہوں جس کے بزرگ ہندو تھے۔ میرے مذہب اسلام کی جڑیں یہودیت میں ہیں جبکہ میرا پنجابی کلچر سکھوں کے کلچر کے ساتھ گتھا ہوا ہے ۔تاہم مجھے اسلام پسندوں نے بتایا ہے کہ اس کثیر جہت ورثے کا بوجھ اتارے بغیر میں سچا مسلمان نہیں ہوسکتا، اگر چہ اس ورثے سے بالکل ہی انکار ضروری نہیں ہے۔

ان تمام اجزا میں جنھوں نے میری پیچیدہ شخصیت کی تعمیر کی ہے، کینیڈا کی شہریت نے میرے خیالات پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے ۔ یہ کینیڈا ہی ہے جس نے مجھے دریا کی روانی کے خلاف تیرنے اور انکساری کے ساتھ ان دیو قامت شخصیات کی پیروی کرنے کی ہمت

MashalBooks.org

بخشی جو مجھ سے پہلے اس دشت کی سیاحی کر چکے تھے ،جیسے لوئی جوزف پاپانیو، ٹامی ڈگلس، پیئر ترودو، اور نارمن بیتھون مرد حضرات اور اگنس میک فیل، روز میری براؤن اور نیلی میک لنگ جیسی خواتین۔ یہ کینیڈا ہی ہے جہاں میں اپنے عقیدے کو یرغمال بنانے اور اسلامی انتہا پسندی کے بڑھتے ہوئے سائے کے خلاف بول سکتا ہوں۔

میں نے اس کتاب میں انتہا پسند اسلام پسندوں اور مسلمانوں کا فرق واضح کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اسلام پسند کیا چاہتے ہیں؟ اور مسلمانوں کی خواہش کیا ہے؟ یہ دو مختلف مقاصد ہیں، جو کبھی کبھی ایک دوسرے کے متوازی بھی ہو جاتے ہیں مگر واضح طور پر الگ الگ ہیں۔ اول الذکر جہاں ’’اسلامی ریاست‘‘ کا قیام چاہتے ہیں وہاں موخر الذکر صرف ’’اسلام کی ریاست‘‘ قائم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ایک ریاست میں مذہبی حکومت ہوتی ہے اور دوسری میں روحانی ریاست۔

میرا مذہب، اسلام، وہ آفاقیت پیش کرتا ہے جس کا بہترین مظہر مکے میں نظر آتا ہے جہاں ہزاروں سال سے زائرین خانہء کعبہ کا طواف کر رہے ہیں جیسے سیارے سورج کے گرد گردش کر رہے ہیں۔وہ یہ سمجھ کر اس کے گرد چل رہے ہیں کہ یہی ان کی دنیا کا مرکز و محور ہے ۔ میں نے حرم شریف کی بالائی منزلوں پر بیٹھ کر کئی راتیں گزاریں اور لاکھوں انسانوں کو سیاہ چوکور عمارت کے گرد گردش کرتے دیکھا۔ وہ اس حقیقت سے غافل تھے کہ وہ مادے میں پائے جانے والے چھوٹے ایٹمی اجسام کے طرز عمل کی نقل کر رہے ہیں۔یا شاید وہ ان لاکھوں کروڑوں کہکشاؤں کی عکاسی کر رہے تھے جو غیر مرئی مرکز کے گرد گردش کرتی ہیں ،لامحدود خلاؤں کے بھنور میں۔ایک زمانے سے لاکھوں کروڑوں مردوں اور عورتوں نے اس ارض مقدس پر ایسے متحرک قدم رکھے ہیں کہ ان کی یہ حرکت اس لامتناہی حرکت کی علامت بن گئی ہے جو کائنات کو زندگی بخشتی ہے۔محض اس حقیقت نے کہ اَن گنت انسان اس راستے پر چلے ہیں ، اور آنے والے زمانوں میں کروڑوں انسان ایسا ہی کریں گے، کعبے کو مقدس مقام بنا دیا ہے۔محض وہاں قدم رکھنا ہی عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ان چند مقامات میں سے ہے جہاں انسانیت شان و شوکت، طبقوں، رنگ و نسل اور آرام و آسائش کا بوجھ اپنے کاندھوں سے اتار دیتی ہے اور سر بسجود ہو جاتی ہے۔میں نے دو مرتبہ حج کیا۔ ایک بار اپنی بیوی کے قدامت پرست فاطمی شیعہ مسلک کے مطابق اور دوسری بار

Mashalbooks.org

چار سال بعد اپنی ماں نسبتاً اعتدال پسند سنی روایات کے مطابق۔ دونوں موقعوں پر لاتعداد انسانوں کے ہجوم نے، جس نے اپنے آپ کو کم سے کم ضروریات زندگی تک محدود کیا ہوا تھا، مجھے اپنے عقیدے کی آفاقیت تسلیم کرنے مجبور کر دیا۔

کتاب'' اسلامی ریاست کا خواب'' میرے دل کی فریاد ہے اپنے ہم مذہب لوگوں ،اپنی مسلمان بہنوں اور بھائیوں سے التجا ہے کہ اپنی آنکھوں پر سے پردے ہٹالیں، ہمیشہ کے لئے ،اندھی عقیدت کی ان ہتھکڑیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں جنھوں نے اب تک ان کی ترقی روک رکھی ہے۔ میں نے اس کتاب میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی وقائع میں ہی ہمیں اسلامی شعائر کے دو دھارے چلتے نظر آتے ہیں۔ دونوں ساتھ ساتھ بھی چلتے ہیں اور متوازی بھی، لیکن سمتیں مختلف ہیں، جس سے متناقض نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔632ع میں آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد کچھ مسلمانوں نے'' اسلام کی ریاست'' کو مضبوط بنانے کا راستہ اختیار کیا اور کچھ نے'' اسلامی ریاست'' قائم کرنے کی کوشش کی۔

'' اسلام کی ریاست'' کی اصطلاح اس صورت حال کی ترجمانی کرتی ہے جس میں ایک مسلمان عورت اور مرد اپنی ذاتی زندگی اسلامی اقدار میں ڈھالتے ہیں اور عقیدے کو اخلاقی قطب نما کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس'' اسلامی ریاست'' ایک سیاسی وجود ہے ۔ایک ایسی ریاست، خلافت، سلطنت یا مملکت جو معاشرے پر حکم رانی کرنے اور اپنے شہریوں پر کنٹرول کرنے کے لئے اسلام کو بطور ہتھیار استعمال کرتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر یہ ایک دوسرے سے متصادم رہتے ہیں۔ اسلام پسند اسلامی ریاست کے قیام کے خیال سے اتنے مغلوب رہے کہ انہوں نے قرآنی اصول اور رسول اللہؐ کے مساوات انسانی کا پیغام فراموش کر دیا۔البتہ ان مسلمانوں نے جنھوں نے اسلام کی ریاست کے حصول کے لئے سعی کی عام طور پر اسلام کو اقتدار حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنے سے گریز کیا۔ اس کے بجائے انہوں نے اسے ذہنی وفکری اور پاکیزہ مقاصد کے لئے جستجو کا وسیلہ بنایا۔ یہی وہ لوگ تھے جو قرون وسطی کے شاندار ورثے اور انسانی تہذیب میں اسلام کے عظیم الشان حصے کا سبب بنے۔

یہ کتاب میرے ان ہم مذہب لوگوں کے لئے میری اپیل ہے جو اسلامی ریاست

MashalBooks.org

کے سراب کا تعاقب کررہے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنی اس لا حاصل کوشش پر ازسرنوغور کریں گے اور اس کے بجائے اپنی توجہ اسلام کی ریاست کے حصول پر مبذول کریں گے۔ اسلامی ریاست کے لئے کوشاں اسلام پسند غلط راہ پر گامزن ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات کا قائل کرلوں گا کہ ماضی کی دیو مالائی کہانیوں کے ساتھ چمٹے رہنا ذلت آمیز شکست کو ہی دعوت دینا ہے ۔ مجھے توقع ہے کہ وہ علیحدگی پسندی کے ان سوداگروں کے سامنے ڈٹ جائیں گے جنہوں نے ہمیں اساطیری داستانوں میں پھنسا دیا ہے اور مظلومیت کے جبری احساس میں مبتلا کر دیا ہے ۔مسلم دنیا کی روایتی دانش کہتی ہے کہ آگے بڑھنے کے لئے ہمیں اپنے ماضی کے ساتھ چمٹے رہنا چاہیئے ۔یہاں تک تو ٹھیک ہے ،مگر ایسا کر کے ہم نے مستقبل کا دامن چھوڑ دیا ہے اور خود جدت پسندی کو ہی اپنا دشمن قرار دے لیا ہے ۔

2002ء میں یونائیٹڈ نیشنز ڈیویلپمنٹ فنڈ (undp) نے ایک نہایت ہی خطرناک رپورٹ شائع کی جس میں عرب ملکوں پر شدید نکتہ چینی کی گئی ہے کہ وہاں عورتوں پر جبر کیا جاتا ہے ،شہریوں کو غلام بنایا ہوا ہے اور (شہریوں کو) مناسب تعلیم نہیں دی جاتی ۔

یہ رپورٹ ممتاز عرب دانشوروں نے تیار کی ہے اور اسے اردن کی سابق نائب وزیراعظم ریما خلف حنیدی نے پیش کیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عرب ملک اپنی تیل کی دولت لٹا رہے ہیں۔ رپورٹ میں ان ملکوں کو تعلیم ،معیشت ، ترقیاتی منصوبوں اور جمہوریت سمیت تمام قابل پیائش انڈیکس میں ناکام قرار دیا گیا ہے ۔حنیدی نے انہیں ’’ چند ہیبت ناک اشارے‘‘ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عرب خود ہی اس کا سدباب کر سکتے ہیں ۔آخر میں انہوں نے اس کا خلاصہ اس طرح کیا ہے’’ اصل تین خامیاں یہ ہیں؛ آزادی، صنفی تفریق اور علم۔‘‘

اس رپورٹ پر جو ردعمل ہوا اس کا پہلے ہی اندازہ تھا۔ جونہی کنیڈا کے ایک اخبار میں اس سرخی کے ساتھ خبر چھپی کہ’’ ناشائستہ رپورٹ کہتی ہے کہ عرب دنیا تاریک دور میں پھنسی ہوئی ہے‘‘ تو کینیڈا میں رہنے والے ایک ممتاز مصری نے اخبار پر الزام لگایا کہ وہ نسلی منافرت پھیلا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جاتا اور اس میں پیش کی جانے والی باتوں پر پریشانی کا اظہار کیا جاتا وہ صاحب صفائیاں پیش کرنے لگے۔

انہوں نے مضحکہ خیز دعوی کیا کہ'' آج مصر میں کینیڈا سے زیادہ پریس کو آزادی ہے''۔ سچائی کا سامنا نہ کرنا مسلمانوں کی رائے عامہ بنانے والے لیڈروں کی عادت بن چکی ہے۔ یہ رویہ سخت تشویش کا باعث ہے۔ کیونکہ غیر ملکی سازشوں کا شور مچانا تو آسان ہے مگر اپنی غلطیاں ماننا مشکل۔

اس کتاب کے مخاطب میرے مسلمان بھائی ہیں اس امید کے ساتھ کہ وہ اسے توجہ سے پڑھیں گے اور ان چیلنجوں پر غور وفکر کریں گے جو ہمیں درپیش ہیں۔ میری کوشش یہ ہے کہ میں ناقابل بیان باتیں بیان کروں، چند گندے پوتڑے بھرے بازار میں صاف کروں اور اپنے مسلم بہن بھائیوں کو بتاؤں کہ ہم بیچ چوراہے میں ننگے کھڑے ہیں اور دنیا ہمیں دیکھ رہی ہے۔ اگر ہم نے سچائی کے صابن سے اپنے آپ کو صاف نہیں کیا تو ہمارے جھوٹ کی بدبو ہمیں پاگل کر دے گی۔

اس کتاب کے مخاطب یورپ اور امریکہ کے وہ نیک دل مگر سادہ لوح غیر مسلم بھی ہیں جو یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ مسلم کمیونٹی مغربی معاشرے کا حصہ بننے یا اس میں ضم ہونے سے تو انکار کرتی ہے لیکن ان کے درمیان ہی رہنا چاہتی ہے۔ لبرل اور بائیں بازو کے رجحانات رکھنے والے یورپ اور شمالی امریکہ کے باشندے شدت پسند مسلمان نوجوانوں کے اس قسم کے کھلے عام مزاحمانہ رویے سے تو پریشان ہیں مگر لگتا یہ ہے کہ وہ ان نوجوانوں کے واضح اینٹی اسٹیبلشمنٹ موقف کے شیدائی ہیں۔ یہ کتاب شاید ان لبرل لوگوں کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو جائے کہ اسلام پسندوں کی امریکہ دشمنی کا مارک ٹوئین کی سامراج دشمنی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان اسلام پسندوں کی امریکہ دشمنی دراصل امریکہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس نفرت کی عکاس ہے جو وہ اس سوشل جمہوری نظام سے کرتے ہیں جو ہم نے قائم کیا ہے۔ وہ نظام جو معاشرتی آزادی اور خود فرد کی آزادی پر اصرار کرتا ہے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ یہ کتاب دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نو قدامت پسندوں تک بھی پہنچے گی۔ میر خیال ہے کہ میں انہیں یہ احساس دلا پاؤں گا کہ ان کی جنگ جوئی دنیا بھر میں جہاد پھیلانے کے حامیوں کے لئے بہترین چیز ہے۔ عراق پر حملہ القاعدہ کے لئے من وسلوی ثابت ہوا۔ اسامہ بن لادن کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے تھا۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ یہ کتاب پڑھنے کے بعد امریکہ کے ری پبلکن اور مغرب

MashalBooks.org

میں ان کے اتحادی قدامت پرست یہ محسوس کر لیں گے کہ افکار کی جنگ میں بم مارنے سے دوستوں کو نہیں دشمنوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل کی گہرائی میں مولانا روم، ابن رشد اور محمد علی بستے ہیں۔مساوات اور سماجی انصاف مسلمانوں کی جین اور ان کی سائیکی کے ایک ایک ریشے میں موجود ہوتے ہیں۔ شاعری، موسیقی اور رقص ہمارے کلچر کا ایسا ہی حصہ ہیں جیسے پرہیز گاری، عجز و انکساری اور خیرات۔ کسی بھی اتھارٹی حتیٰ کہ خدا کی حاکمیت تک کو چیلنج کرنا ہماری روایت کا حصہ رہا ہے۔مثال کے طور پر انیسویں صدی کے دیو قامت مسلم شاعر کے ایک شعر کو ہی لے لیجیے(یہ شاعر آج زندہ ہوتا تو کہیں روپوش ہو گیا ہوتا)۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اس سے ایک صدی پہلے اردو شاعری کے ایک اور عظیم شاعر میر تقی میر صرف اسلام ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب کو کھلے عام اپناتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھو ہو کہ ان نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

میں بھی اسی روایت کے تحت لکھتا ہوں۔مجھے توقع ہے کہ میری اشتعال انگیز استدعا ہمارے دلوں میں ایک ایسا شعلہ بھڑکائے گی جو ہمیں سنجیدگی کے ساتھ اپنا جائزہ لینے پر مجبور کر دے گی کہ آخر ہم کس راستے پر جا رہے ہیں۔کیا ہم دیانت کے اس تباہ کن فقدان سے اپنا پیچھا چھڑا سکتے ہیں جس کے ہم میں سے اکثر لوگ عادی ہو چکے ہیں؟ یہ میرا خواب ہے کہ مسلمان۔۔بشمول میرے ناقدین کے، کہ جو بہت ہیں —— یہ کتاب پڑھیں گے اور اپنی تنہائی میں، جب وہ صفائیاں پیش کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں گے اور انہیں اپنے آپ پر حرف زنی کا خوف بھی نہیں ہوگا، چند سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

اس کتاب میں اسلامی ریاست اور اسلام کی ریاست کا فرق واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ فرق واضح کرنے کا بہترین طریقہ یہ دیکھنا ہے کہ آج پاکستان کے مسلمان ایک اسلامی ریاست میں اور ہندوستان کے مسلمان اسلام کی ریاست میں رہتے

MashalBooks.org

ہیں۔ ہندوستان کے پندرہ کروڑ مسلمان اگرچہ بہت ہی مذہبی ہیں لیکن ان کی اکثریت کا رجحان بین الاقوامی دہشت گردی کی طرف نہیں ہے۔ اس کے برعکس پاکستان کے پندرہ کروڑ مسلمان صرف اپنی سرزمین کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے تارکین وطن کے لئے بھی القاعدہ کی ریکروٹنگ گراؤنڈ بن چکے ہیں۔ مسلمانوں کو اس الجھن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کو مسلسل یہ ذہن نشیں کرایا جارہا ہے کہ صحیح اسلام صرف ''اسلامی ریاست'' کی چھتری تلے ہی پھل پھول سکتا ہے حالانکہ اس دعوے کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سیکولر معاشروں میں، چاہے وہ جنوبی افریقہ ہو، یا ہندوستان، کینیڈا، امریکہ یا برطانیہ، جو مسلمان مذہبی اقلیت کے طور پر رہتے ہیں انہیں اپنی رائے ظاہر کرنے، قانون کی حکم رانی میں زندگی گزارنے اور برابر کے شہری حقوق رکھنے کی آزادی ہے۔ اس کے برعکس موجودہ اسلامی ریاستوں میں ان حقوق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور جہاں تک ماضی کی خلافتوں کا تعلق ہے، جن کی ہم بہت مدح سرائی کرتے ہیں اور جن کے گرد ہم نے دیومالائی ہالے بنا رکھے ہیں، اور جسے ہم اپنا سنہری دور کہتے ہیں، ان میں حکومت کی مخالفت کا مطلب موت ہوتا تھا۔

اس کتاب میں میرے مخاطب میرے عرب بہن بھائی بھی ہیں جو پندھرویں صدی سے نو آبادیاتی نظام کے تسلط میں رہے ہیں۔ مسلسل جنگوں جابر آمریتوں اور اسلام پسندوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے حالات اور بھی بگاڑ دئے ہیں۔ ان کی جائز جدوجہد بھی موجود تھی جسے اس نا اہل لیڈر شپ نے نقصان پہنچایا جس نے ایک سے زائد بار انہیں دشمن کے ہاتھ فروخت کیا۔ چونکہ عرب پہلے مسلمان تھے اس لئے باقی دنیا کے مسلمان اپنے دل میں ان کے لئے گہری ہمدردی رکھتے ہیں۔ البتہ ان کے تعلقات میں باہمی لین دین کا فقدان ہے۔ عرب اسلام کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے باقی دنیا کو انہوں نے یہ تحفہ دیا ہے، جیسے بنی نوع انسان کے کے لئے یہ خدا کا تحفہ نہیں ہے۔ غیر عرب مسلمانوں کی طرف سے عرب دنیا کے مصائب کے بیان کو عربوں کی خود داری کی توہین قرار دیا جاتا ہے اور عام طور پر اس کا جانا بوجھا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ ان مصائب کا حوالہ دینے والے پر اسرائیل کا ایجنٹ ہونے کا تکلیف دہ الزام لگا دیا جاتا ہے۔ اب یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ آج عربوں کو زمین کی نہیں

لیڈر شپ کی ضرورت ہے۔

عربوں کے پاس فخر کرنے کو بہت کچھ ہے۔ انہوں نے انسانی تہذیب کو اپنے حصے سے زیادہ دیا ہے لیکن انہیں یہ تسلیم کرنا چاہئیے کہ موجودہ زمانے میں ان کی لیڈر شپ نے فلسطینیوں کی آزمائش وابتلا کا غلط فائدہ اٹھایا ہے اور انہیں اپنے در پردہ مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔ انہیں اپنے اندر کی نسل پرستی کے خلاف بھی صف آرا ہونے کی ضرورت ہے۔افریقہ اور ایشیا کے سیاہ فام اور سانولے باشندوں کو ان کے معاشرے میں کم تر درجہ حاصل ہے۔اسلام کو ''اپنی ملکیت'' بنا کر، جیسے وہ کسی شے (برانڈ) کا نام ہو اور جس پر عمل کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ صرف اس کا تحفظ اور تشہیر کافی ہو، ہم نے حضرت محمدﷺ کے پیغام کی اصل روح کو فراموش کر دیا ہے۔عربوں اور غیر عربوں کے درمیان احترام اور باوقار برابری کا رشتہ ہونا چاہئے عرب اور موالی کا نہیں۔

آج صرف وہی عرب باشندے کسی خوف یا خطرے کے بغیر ووٹ دے سکتے ہیں جو یورپ اور شمالی امریکہ میں رہتے ہیں لیکن ان کے اپنے درمیان ایسے اسلام پسند لیڈر موجود ہیں جو ان ملکوں کو ان اسلامی ریاستوں کی طرح بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں جہاں سے بھاگ کر وہ آئے ہیں۔ ایک ممتاز مصری کینیڈین امام نے ٹیلیوژن کے ٹاک شو میں کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ کینیڈا کے تمام باشندے اسلام قبول کر لیں تاکہ کینیڈا پر شریعت کی حکم رانی ہو سکے۔ انہوں نے ان لوگوں کو موت کی سزا دینے کی حمایت کی جو شادی کے بغیر باہم رضا مندی سے جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں اور کہا کہ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ کا حکم ہے کہ زانی افراد کو قتل کیا جائے۔ امریکہ کے ایک اور اسلام پسند عرب کا قول اخبار ڈیٹرائٹ فری پریس نے نقل کیا ہے۔ ان صاحب نے مسلمانوں پر زور دیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام کے بارے میں بتائیں۔انہوں نے کہا ہے کہ امریکہ کے مسلمانوں کے لئے اسلام پھیلانے کا یہ بہترین موقع ہے۔

ان اماموں کو غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے بجائے اپنے مسلمانوں کے اجتماع میں یہ بتانا چاہئے کہ ''صدیوں سے تمہارے ساتھ جھوٹ بولا جا رہا ہے۔'' خود مسلمانوں کو اسلام کی بارے میں تعلیم کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ غیر مسلموں کو اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جائے۔اب وقت آ گیا ہے کہ وہ آنحضرتﷺ کے وصال کے بعد کی صحیح

MashalBooks.org

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ انہیں اسلام کو سیاست کا کھیل بنانے کے عمل کی مدح سرائی بند کر دینا چاہئے۔ کیونکہ یہی وہ صورت حال ہے جس نے بے شمار المیوں اور خوں ریزیوں کو جنم دیا ہے۔ اس میں وہ سنگین ضرب بھی شامل ہے جو اسرائیل کے شانہ بشانہ ایک آزاد و خود مختار فلسطین کے قیام کی نہ ختم ہونے والی جد وجہد کو لگائی گئی ہے۔

مسلم سائنس دانوں، مفکروں، شاعروں، فن تعمیر کے ماہروں، موسیقاروں اور رقاصوں نے اپنے پیچھے جو قیمتی ورثہ چھوڑا ہے وہ اسلامی انتہاپسندوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کی انتہا پسندی کے باوجود ہے۔ امید ہے کہ میری یہ کتاب ان اماموں کے لئے چیلنج ثابت ہوگی۔ یہ کتاب اسلام کے پیغام پر ان کی اجارہ داری توڑنے کی کوشش ہے۔

یہ کتاب پاکستانیوں کے لئے بھی ہے جو اپنی قدیم ہندوستانی وراثت سے انکار کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کا نام ہی دریائے سندھ سے لیا گیا ہے جو پاکستان میں ہے۔ پاکستانی ہڑپہ اور موہنجودڑو کے رکھوالے ہیں، سعودی عرب کے مدائن صالح یا مصر کے جیزہ کے نہیں۔ پاکستانی جب اپنی ہندوستانیت سے انکار کرتے ہیں تو وہ ایسا ہی ہے جیسے فرانسیسی اپنے یورپی ہونے سے انکار کریں۔ اپنی زبان، جغرافیے، کلچر، لباس اور کھانوں سے انکار پر مبنی شناخت پر اصرار نے اکثر پاکستانیوں بالخصوص مغرب میں پیدا ہونے والی دوسری نسل کو انتہا پسند اسلام پسندوں کا آسان شکار بنا دیا ہے۔ وہ لوگ نسل پرستی کے اپنے خالی برتن اس جھوٹی شناخت سے بھرتے ہیں جو انہیں اپنے نسلی ورثے سے محروم کر دیتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ غیر ملکوں میں رہنے والے پاکستانی نوجوان، جو انتہا پسندی کا شکار ہو سکتے ہیں، وہ یہ سمجھ جائیں گے کہ اسلام پسند انہیں پھانس رہے ہیں اور اپنے بالادستی والے مسلک کے لئے انہیں ایندھن کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اسلام کو سیاسی آلہء کار بناتے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ میں پاکستانیوں اور ان کی اولاد کو یہ یقین دلا سکوں گا کہ وہ اس حقیقت کا شکار ہیں جسے پاکستان کے ممتاز مورخ پروفیسر کے کے عزیز نے The Murder of History قرار دیا ہے۔ اپنی اس نام کی کتاب میں انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے سچائی کے نام پر پاکستانیوں کے دماغ میں دیو مالائی داستانیں بھری جا رہی ہیں۔ ایک جھوٹ جو ان

MashalBooks.org

نوجوانوں کے ذہن میں ڈالا جا رہا ہے وہ ان کے حسب نسب کے بارے میں ہے۔ کے کے عزیز جو ہائیڈل برگ اور کیمبرج یونیورسٹی میں پڑھاتے رہے ہیں، لکھتے ہیں:

''یہاں میں ہندوستان اور پاکستان کے جدید مسلمانوں کی عمرانی تاریخ پر ایک فٹ نوٹ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ ذراسی بھی اہمیت کے حامل تقریباً ہر مسلمان نے اپنی سوانح حیات، یادداشت یا اپنے ذاتی کوائف میں یہی لکھا، اور اب بھی لکھتے ہیں کہ ان کے آبا و اجداد یمن، حجاز، مشرق وسطی، ایران، غزنی یا کسی اور غیر ملک سے آئے تھے۔ اکثر واقعات میں یہ دعوے غلط ہیں۔ کیونکہ اگر حساب لگایا جائے تو ان مقامی لوگوں کی تعداد تو بہت ہی کم رہ جائے گی جنہوں نے ہجوم درہجوم اسلام قبول کیا۔ دراصل یہ افغانوں اور مغلوں کی طرف سے اپنے آپ کو دوسروں سے علیحدہ اور ممتاز رکھنے کا طریقہ ہے۔ اور اس مٹی سے لاتعلقی کا اظہار بھی ہے جس پر یہ جھوٹے (دعویدار) صدیوں سے رہ رہے ہیں، اور غالب امکان یہی ہے کہ وہ آغاز تاریخ سیاسی خطے کا حصہ رہے ہیں۔ اگر یہ تمام صدیقی، قریشی، فاروقی غیر ملکی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کے آبا واجداد حملہ آور فوجوں کے ساتھ یا ان کے بعد یہاں آئے ہیں تو پھر اس ادعا کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ ہندوستان میں اسلام پر امن طور پر پھیلا؟۔ تو کیا ہم یہ یقین کرلیں کہ اسلام قبول کرنے والے مقامی لوگ، جن کی تعداد کافی بڑی تھی، سب کے سب کوڑھ مغز اور کمین تھے اور اس لائق ہی نہیں تھے کہ صدیوں میں ایک بھی لیڈر، مفکر یا اسکالر پیدا کرتے؟''

یہ اکیلی کتاب نہیں ہے جس میں مسلم معاشروں کی بیماریوں کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ 9/11 کے بعد ایسی کتابوں کا جیسے سیلاب ہی آ گیا ہے جن میں (موجودہ صورت حال سے) واپسی کے راستے دکھائے گئے ہیں۔ اجتہاد کی اصطلاح ایک کلیشے بن چکی ہے جو ہر کانفرنس اور ہر ورکشاپ میں ایسے پیش کی جاتی ہے جیسے اسلام کی اصلاح کے لئے وہی آب حیات ہو۔ بین المذاہب مکالمے کے نام پر پورا کاروبار شروع کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ خود ہی مسئلے کی جڑ ہیں وہی اس کا علاج پیش کررہے ہیں۔ یہ صرف اسلامی الٰہیات

MashalBooks.org

ہی نہیں ہے جس کی از سرنو تشریح وتعبیر کی ضرورت ہے بلکہ کسی تعصب کے بغیر اسلامی تاریخ کا نئے سرے سے مطالعہ کرنے اور پڑھانے کی بھی ضرورت ہے۔ اور یہ کام کسی قسم کے تعصب، پہلے سے دماغ میں بسے ہوئے تصور کے بغیر اور سب سے زیادہ یہ کہ مولویوں کے فتوے سے بے خوف ہو کر ہونا چاہئے۔''اصلاح شدہ اسلام'' کے علم برداروں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اسلامی شعائر کی ادائیگی کے بہت سے طریقے ہیں۔کسی کو اس سے غرض نہیں ہونا چاہئے کہ اسلام کے معاملے میں کوئی بہت ہی قدامت پرست ہے یا اسلام کے سلسلے میں اس کا رویہ بالکل ہی سیکیولر ہے۔ اسلام میں کئی فرقے ہیں اور پھر ان کی ذیلی شاخیں بھی ہیں۔میں تو یہ کہنے کی جرات کروں گا کہ اسلام کو نظر ثانی یا اصلاح کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنے عقیدے کے ساتھ مسلمانوں کا جو رشتہ ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس کتاب میں یہ کہنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اپنے عقیدے کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے اسے احساس تحفظ اور اعتماد کا ذریعہ بنایا انہوں نے ترقی کی۔اس کے برعکس تاریخ میں جب بھی وہ رسوم ورواج کے خبط میں مبتلا ہوئے اور مذہب کے بارے میں انہوں نے دفاعی پوزیشن اختیار کی، جیسے وہ کوئی برانڈ نام کی شے ہو جسے مسابقت میں ان کی مدد کی ضرورت ہے، تو وہ لڑکھڑا گئے۔ چنانچہ جب بھی وہ مذہب کے بارے میں خبط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے حریت فکر اور فرد کی آزادی کا گلا گھونٹا اور اس طرح اپنے معاشروں کو سنگین نقصان پہنچایا۔تیرھویں صدی کے عراق، پندرھویں صدی کے اسپین اور اٹھارویں صدی کے ہندوستان میں مسلمانوں کو اس وقت زوال کا سامنا کرنا پڑا جب اس وقت کے انتہا پسندوں نے معاشرے کو زبردستی اپنے انداز پر ڈھالنا شروع کیا۔اس سے ہماری آنکھیں کھل جانا چاہئے تھیں مگر ایسا نہیں ہوا۔

''اسلامی ریاست کا خواب'' اسلامی تاریخ کی کوئی نصابی یا درسی کتاب نہیں ہے۔البتہ اس میں اسلامی تاریخ کے ان گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مسلمانوں کی آنکھوں سے اوجھل رہے ہیں ۔ کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں اسلام کو سیاسی اقتدار کے جواز کے لئے استعمال کرنے کی کوششیں عام طور پر خوں ریزی اور جنگ و جدل پر منتج ہوئی ہیں۔ اور اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔

MashalBooks.org